راجو

حافظ نعیم احمد سیال

ایک زوردار چھناکے کی آواز آئی اور گلدان نیچے گر کر ٹوٹ پڑا۔

”ارے بے وقوف! اتنا قیمتی گلدان توڑ دیا!!“

”دیکھ نہیں سکتا کیا؟ پاگل، احمق!“

”چلو اکرم! یہ تو ہے ہی یتیم لاوارث، اسے تمیز کہاں۔“

تینوں لڑکے منہ برے برے بناتے ہوئے چلے گئے اور راجو چپ چاپ وہیں بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں تھی۔

”کیا ہوا راجو بیٹا، تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں؟“ بیگم شوکت علی نے پوچھا۔

کچھ نہیں چچی! ویسے ہی...“ اس نے بات گول کر دی۔

”بیٹا کئی دفعہ میں نے تمہیں کہا ہے کہ کوئی پریشانی ہو تو مجھے بتا دیا کرو، تم میرے بچوں جیسے ہی ہو۔“ بیگم شوکت علی نے کہا۔

”ٹھیک ہے چچی جان۔“ راجو چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجا کر بولا۔

”اچھا بیٹا! آج شام کو تمہیں ہمارے ساتھ جانا ہے۔ مجھے بچوں کے لیے خریداری کرنی ہے، تمہیں بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو لے لینا۔“ بیگم شوکت علی نے کہا تو راجو نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

’’ مما! یہ راجو بھی ہمارے ساتھ جائے گا؟‘‘ صائم نے پوچھا۔

’’ہاں بیٹا! وہ بھی ساتھ جائے گا۔‘‘ انہوں نے جواب دیا۔

’’پھر تو مما ہم نہیں جائیں گے۔‘‘ ان کے تینوں بچے بولے۔

’’کیوں بچو!‘‘ انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔

’’آپ اور پاپا ہر وقت اسی کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں، پاپا کو دیکھو، رات کو گھر آتے ہیں جیسے ہمیں پیار کرتے ہیں، ویسے ہی اسے پیار کرتے ہیں جو چیز ہمارے لیے لاتے ہیں، وہی چیز اسے دیتے ہیں، جو ہمیں حقوق حاصل ہیں، وہی حقوق اسے بھی حاصل ہیں۔ اب آپ اسے ہمارے ساتھ لے کر جا رہی ہیں۔ مما وہ ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتا، پلیز اس کا کھانا پینا، رہنا سہنا سب علیحدہ کر دیں۔‘‘ اس بار اکرم کھل کر بول رہا تھا۔ اس دوران پاپا بھی آ گئے۔

’’بچو... کیوں شور مچا رہے ہو؟‘‘ شوکت صاحب نے آتے ہی پوچھا۔ ’’پاپا جی ہم شاپنگ کرنے بالکل نہیں جائیں گے۔ آپ راجو کو لے جائیں اسے شاپنگ کروائیں۔ اسے ساری چیزیں لے کر دیں، ہم آپ کے بیٹے نہیں ہیں۔ آپ کا بیٹا تو وہ ہے۔‘‘ تینوں بچے بول رہے تھے۔

’’نہیں بچوں وہ بھی تم جیسا ہے، آخر وہ بھی انسان ہے۔ وہ یتیم ہے اور یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ چھوٹا سا بچہ ہے، وہ جب تمہیں خوب صورت کپڑے پہنے ہوئے دیکھے گا تو اس کے دل میں بھی حسرت پیدا ہوگی۔ میں تو اسے اپنے ساتھ اس لیے گھر لایا تھا کہ تا کہ وہ تمہارے ساتھ مل کر اپنی زندگی ہنسی خوشی گزارے، مگر تمہیں تو وہ ایک آنکھ نہیں

بھاتا۔‘‘ان کے پاپا بولے۔

’’پاپا جی ہمارے دوست ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ غریب لڑکا ہمارے ساتھ زندگی کیسے گزار سکے گا؟ آپ اس کی پرورش ضرور کریں مگر اس کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا بندوبست علیحدہ کریں۔‘‘تینوں بچے ناراضگی کا اظہار کررہے تھے۔

’’ہرگز نہیں! وہ اکیلا کہاں رہے گا؟ اس کا خیال کون رکھے گا؟ میں نے اسے اپنا بیٹا بنالیا ہے۔تم اسے اپنا بھائی نہیں سمجھتے تو نہ سمجھو، جو چیز تمہیں میسر ہوگی وہی چیز اسے بھی ملے گی، اب جسے شاپنگ کرنی ہے وہ ساتھ چلے، جسے نہیں کرنی وہ گھر بیٹھا رہے۔‘‘شوکت صاحب نے کہا۔ تینوں بچے چپ ہوگئے اور منہ لٹکائے مجبوراً شاپنگ کے لیے چل پڑے۔

شاپنگ کے دوران وہ بار بار ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔راجو کی پسند کی گئیں چیزوں پر وہ کڑھ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے انہوں نے بھی شاپنگ کی اور گھر واپس آ گئے۔ رات کے وقت تینوں سر جوڑے بیٹھے تھے۔

’’پاپا راجو کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔‘‘دانیال نے بات کا آغاز کیا۔

’’ہاں! وہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے وہ ان کا سگا بیٹا ہو۔‘‘صائم بولا۔

’’نہیں! سگے بیٹوں سے بھی بڑھ کر۔تم نے دیکھا نہیں شاپنگ سے پہلے ابو اس کی کتنی طرف داری کررہے تھے۔‘‘اکرم نے بات کی۔

’’ہمیں کوئی ایسا منصوبہ بنانا چاہیے کہ وہ خود ہی یہ گھر چھوڑ کر چلا جائے۔

آخر تینوں نے مل کر منصوبہ بنالیا۔ اگلے دن منصوبے پر عمل شروع ہوگیا۔ پاپا کے آفس جانے کے بعد انہوں نے اسے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ دانیال نے پانی کی بالٹی اس کے اوپر انڈیل دی۔ صائم نے اسے گھسیٹا اور گھسیٹتا چلا گیا۔ اکرم نے دو تین لاتیں اسے رسید کیں۔ امی اوپر والی منزل کی صفائی کر رہی تھیں اور یہ سب کچھ نیچے ہو رہا تھا۔ انہیں بھی پتا نہیں چل سکا۔ وہ تینوں اس پر ظلم کرتے رہے اور وہ بے چارہ برداشت کرتا رہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے مگر زبان سے اس نے اف تک نہ کی۔

''مجھے یہاں سے جانا ہوگا، میں یہاں نہیں رکوں گا، میں یتیم ہوں نا، اس لیے۔''

یہ سوچتا ہوا شام سے پہلے پہلے وہ گھر سے باہر نکل گیا۔ آنکھوں میں آنسو لیے ایک انجانے راستے کی طرف چل پڑا۔

......☆☆☆......

شام کو آفس سے پاپا گھر آئے تو اسے نہ پا کر پریشان ہو گئے۔ ''بیگم راجو کہاں ہے؟'' انہوں نے بیگم سے پوچھا۔

''راجو پتا نہیں کہاں چلا گیا، وہ گھر میں ہی تو تھا۔ میں اوپر صفائی کر رہی تھی۔ بچے نیچے تھے۔ صفائی کر کے فارغ ہوئی تو وہ تھا ہی نہیں۔'' بیگم نے جواب دیا۔

''پاپا جی! وہ چلا گیا ہے۔ وہ اب یہاں نہیں آئے گا۔ ہم نے اسے بھگا دیا ہے۔'' دانیال غصے سے بول رہا تھا۔

''کیا کہا؟ وہ یہاں سے چلا گیا ہے، تم نے بھگا دیا اسے۔ بیگم تم بھی تیاری کرو، اب ہم یہاں

نہیں رہیں گے۔ جب اس گھر کا مالک ہی چلا گیا ہے تو ہمارا یہاں رہنے کا کیا فائدہ؟'' شوکت صاحب روتے ہوئے بولے۔

''مالک... کک... کک کیا وہ اس گھر کا مالک ہے... آپ نے تو کہا تھا میں نے یہ گھر اپنے ایک دوست سے خریدا ہے۔'' تینوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

''ہاں وہ اس گھر کا مالک ہے۔ یہ بات صرف میں اور تمہاری مما جانتے ہیں۔ مجھے گھر نہیں مل رہا تھا۔ میرے پاس پیسے بھی پورے نہیں تھے۔ میرے دوست نے مجھے یہ گھر دیا، اس وقت اس نے بتا دیا تھا کہ یہ گھر راجو کے نام ہے، ابھی وہ چھوٹا ہے، آپ جب تک چاہیں رہ سکتے ہیں۔ پھر اس کے والدین ایک حادثے میں فوت ہو گئے اور میں راجو کو گھر لے آیا۔ یہ گھر میرے پاس امانت ہے۔ راجو کو یہ گھر واپس کرنا ہے۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو قیامت کے دن اپنے اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟'' شوکت صاحب زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

''پاپا جی ہمیں معاف کر دیں۔ ہم راجو کو ڈھونڈنے جاتے ہیں۔ وہ زیادہ دور نہیں گیا ہو گا۔ چلو میرے ساتھ۔''

دانیال نے اپنے بھائیوں سے کہا اور وہ سب سائیکلوں پر بیٹھ کر راجو کی تلاش میں نکل پڑے۔

......☆☆☆......

راجو اداس چہرہ لیے آنکھوں میں آنسو لیے بوجھل قدموں سے بس اڈے والی سڑک کی طرف جا رہا تھا۔

''راجو'' دانیال نے آواز دی۔

راجو نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور پتھر کا بت بن گیا۔

”رک جاؤ راجو ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔ ہم تم سے معافی مانگنے آئے ہیں۔ ہم نے تمہیں بہت تنگ کیا، ہم وعدہ کرتے ہیں، آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔“

صائم رندھی ہوئی آواز میں بول رہا تھا۔

”ہاں راجو! ہمیں معاف کر دو، تم ہمارے بھائی ہو، ہم نے تمہیں بہت تکلیف پہنچائی ہے۔“

وہ تینوں اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئے۔

راجو نے انہیں اٹھایا اور گلے سے لگا لیا۔ تینوں اس کے گلے لگ کر خوب رو رہے تھے۔ پتا نہیں، ان کی آنکھوں سے نکلنے والے یہ آنسو خوشی کے تھے یا پھر شرمندگی کے۔ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ احساسِ ندامت کے ساتھ وہ تینوں اسے ساتھ لے کر گھر کی طرف چل پڑے۔ (بشکریہ: روزنامہ جسارت)

(Jasarat Magazine, November 04, 2012)

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]